قرآن کریم کی غیر رسمی تدریس: حاجن فضل بی بی
ایک تخصیصی مطالعہ

ڈاکٹر شاہدہ پروین*

Qur'an is code of life for every Muslim, it is mandatory for them to read it accurately and understand with the guidance of Muhammad SAW. The Quran was sent down in order to train the spirits of people, to perfect their hearts through belief and their minds through science and knowledge, to teach them true wisdom, to dissuade people from the wrong paths and to show them the way of guidance. Muslims read it and memorized it with great enthusiasm. They made every arrangements to learn Qur'an at public and private level. In the life of Muhammad SAW, he taught the Qur'an to companions, after them pious Caliphate did arrangements for the learning of Holy Book. In every time and place Muslims continued this tradition of learning Qur'an . The recitation of the Quran [***tilāwah***] is a science, an art, and a form of devotion, governed by ***tajwīd***, the rules of pronunciation, intonation, and approach. The arrangement for above said purpose can be divided into two forms, formal (arranged by Govt.) and informal (arranged by persons). Hajin Fazal Bibi is one of them persons who committed their lives to serve Qur'an. She taught a great number of women in the village 91 R.B. Her efforts can be calculated as informal teaching of Holy Qur'an. This paper will analyze her services in this domain and highlight the impact of her devotion and commitment.

غیر رسمی تدریس سے مراد

قرآن کریم امت مسلمہ کے لئے ایک راہنما کتاب ہے جس کے سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت قرآن وسنت میں کئی مقامات پر بیان کی گئی ہے۔امت مسلمہ نے ان احکامات پر ہر دور میں عمل کیا ہے۔قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کے دو طریقے ہیں۔ایک طریقہ رسمی طریقہ تدریس جبکہ دوسرا غیر رسمی طریقہ تدریس کہلاتا ہے۔درج ذیل مقالہ میں غیر رسمی طریقہ تدریس میں ایک شخصیت کی کوششوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

رسمی کا لفظ رسم سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں:

مکان کے مٹے ہوئے نشانات

زمین میں دبا ہوا کنواں

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

کسی چیز کا خاکہ، علامت، چال کی خوبی وغیرہ (1)

رسمی سے مراد عام، معمولی، درمیانی اور رواجی مراد ہے(2)

یعنی وہ کام رسمی کہلائے گا جسے کرنے کے لیے کسی خاص طریقہ کار، وقت اور معینہ خطوط کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا غیر رسمی سے مراد وہ طریقہ تعلیم ہے جس میں متعین ڈھانچہ، نصاب اور مخصوص جگہ کے بغیر تعلیم دی جائے۔

According to the National Education Law informal education is the path of family and environmental education.
According to Coombs as recognized by Sudjana, informal education is any organized and systematic activity outside the established schooling, conducted independently or constitute an important part of a broader activity, which is intentionally made to serve a specific learners in achieving learning goals.(3)

غیر رسمی تدریس سے مراد تعلیم سکھانے کا وہ طریقہ ہے جس میں متعین ڈھانچے اور نصاب سے ہٹ کر کوئی چیز سکھائی جائے۔ بعض اوقات ڈھانچہ کے بغیر متعین نصاب مدِ نظر ہوتا ہے جیسا کہ ہوم سکولنگ کا طریقہ کار ہوتا ہے۔(4)

انگلش اکسفورڈ ڈکشنری میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے

غیر رسمی طریقہ تدریس کی خصوصیات

1۔ کوئی وقت متعین نہیں ہوتا ہر وقت دی جاسکتی ہے۔

2۔ ہر جگہ دی جاسکتی ہے

3۔ کوئی مخصوص ادارہ نہیں ہوتا

4۔ عموماً کسی خاص طریقہ تدریس کی پیروی نہیں کی جاتی تاہم اگر مدرس چاہے تو کسی متعین طریقہ تدریس کی پیروی کر سکتا ہے۔

5۔ مدت متعین نہیں ہوتی۔

6۔ غیر رسمی تعلیم کے لیے علم ضروری ہوتا ہے لیکن سند اور تقرری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کوئی بھی صاحبِ علم کہیں بھی یہ کار خیر کر سکتا ہے۔

مسلم امہ کا قرون اولی سے ہی دستور رہا کہ احکامات باری تعالی کی تعمیل کے لیے تدریس قرآن کو خصوصی توجہ دی گئی۔ سرکاری سطح پر بھی اس کا اہتمام ہوا اور انفرادی میدان میں بھی اس ذمہ داری کی ادائیگی کو کار خیر شمار کیا گیا۔ اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ لوگ اپنے گھروں میں یہ ذمہ داری ادا کرتے تھے اور لوگ ان سے گھر آ کر استفادہ کرتے تھے۔

غیر رسمی تدریس کی وجوہات

اس طریقہ تدریس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کے لیے کسی مصروفیت یا مجبوری کی بناپر باقاعدہ تدریسی عمل کا حصہ بننا ممکن نہیں ہوتا۔ یا وہ اداروں کی بھاری فیس برداشت نہیں کر سکتے یا ادارہ بنانے اور چلانے کے اخراجات ان کی بساط سے باہر ہیں۔ یہ عمل خاندان کے ادارے میں بھی کیا جاسکتا ہے اور دیگر افراد بھی کر سکتے ہیں۔ جہاں تک تدریسِ قرآن میں اس غیر رسمی طریقہ کا تعلق ہے عموماً لوگ اس کو شرعی فرئضہ سمجھ کہ بغیر کسی معاوضہ کے انجام دیتے ہیں اور ماضی میں فرئضہ تدریس قرآن زیادہ تر وہ خواتین انجام دیتی تھیں جو کسی بناپر غیر شادی شدہ رہ جاتیں یا بیوہ اور مطلقہ ہو جاتیں لیکن آجکل الحمدللہ بڑی پڑھی لکھی اور معاشی طور پر مضبوط خواتین بھی دینی ذمہ داری کے طور پر ادا کر رہی ہیں۔

غیر رسمی تدریس قرآن کی اہمیت

قرآنِ کریم امتِ مسلمہ کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے، مسلمانوں کی دینی و دنیاوی زندگی کی کامیابی کا ضامن ہے۔ مسلمان پر قرآنِ کریم کے حقوق میں سے ایک حق قرآنِ کریم کے تلفظ کی درست ادائیگی ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے پہلی وحی میں دیا ہے اور یہ سب سے پہلا حق ہے اس کے بعد اس کو سمجھنا، اس پر عمل پیرا ہونا اور اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانا ہے۔ نبی ﷺ کے فرائض نبوی میں "یتلوا علیھم ایتہ" شامل تھا۔ امتِ مسلمہ نے ہر دور میں کتاب الٰہی کی تدریس کے لیے بڑی ذمہ داری کے ساتھ کام کیا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے دو طرح سے کام کیا گیا ایک تو باقاعدہ مدارس تشکیل دیئے گئے جہاں تشنگان قرآن جز وقتی یا ہمہ وقتی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ غیر رسمی تدریس کا تھا جس میں اشخاص عموماً اپنے گھروں پر ہی شاگردوں کو سکھاتے تھے۔ اس میدان میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی حصہ لیا اور اس کارِ ثواب میں وہ بھی باقاعدہ شریک رہیں، عمومی طور پر یہ

طریقہ تدریس خواتین میں زیادہ مروج رہا کیونکہ بچیوں کو تدریس قرآن کے لیے دور بھیجنا مسائل کو جنم دیتا تھا اس لیے ہر بستی اور قریہ میں عموماً کچھ خواتین تدریسِ قرآن کا فریضہ بلا معاوضہ انجام دیتی رہیں

اللہ تعالیٰ نے پیغامِ الٰہی کے اولین کلمات جو قرآن کریم کی صورت میں نازل ہوئے ان میں سیکھنے کا تاکیدی حکم دیتے ہوئے فرمایا

(اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ) (5)

اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے)اور جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے

اس آیت مبارکہ میں دو بار پڑھنے کی تاکید کی گئی۔ عبدالحق حقانی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مفسرین نے اس کلمہ کے دوبارہ آنے کی بہت سی حکمتیں بتائی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اول بار جو اقرء فرمایا تھا اس سے مراد خود کا پڑھنا تھا کس لیے کہ آپ بظاہر امی تھے پھر جب تک کہ پہلے آپ کو نہ پڑھایا جاوے تب تک آپ اوروں کو کیا پڑھا سکتے تھے۔ اس لیے اس کے بعد دوسرا اقراء فرمایا کہ اب آپ لوگوں کو پڑھائیں آپ ہی استاد الکل فی الکل ہیں۔ یہ دستار فضیلت آپ ہی کے سر مبارک پر قضاء وقدر کے ہاتھوں نے باندھی ہے۔"(6)

علامہ نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔

دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کے لئے ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قراءت کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور امت کی تعلیم کے لئے پڑھئے۔(7)

ابو رجاء العطاردیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کی مسجد میں ہمیں قرآن سکھاتے تھے۔"فیقعدنا حلقاً ۔فیقرئنا القرآن "(8)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ)(9)

سورہ بقرہ کی اس آیت میں اور سورۃ آل عمران اور سورۃ جمعہ کی آیات میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں آیا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا

میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے عہدہ نبوت ورسالت کے فرائض منصبی تین بیان کئے گئے ہیں ایک تلاوت آیات دوسرے تعلیم کتاب وحکمت تیسرے لوگوں کا تزکیہ اخلاق وغیرہ۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

یہاں پہلی بات قابل غور ہے کہ تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے اور تعلیم کا معانی سے یہاں تلاوت وتعلیم کو الگ الگ بیان کرنے سے یہ حاصل ہوا کہ قرآن کریم میں جس طرح معانی مقصود ہیں اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود ہیں ان کی تلاوت وحفاظت فرض اور اہم عبادت ہے یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بلا واسطہ شاگرد اور مخاطب خاص وہ حضرات تھے جو عربی زبان کے نہ صرف جاننے والے بلکہ اس کے فصیح وبلیغ خطیب اور شاعر بھی تھے۔۔۔۔ قرآن کریم دوسری کتابوں کی طرح ایک کتاب نہیں جس میں صرف معانی مقصود ہوتے ہیں الفاظ ایک ثانوی حیثیت رکھتے ہیں ان میں اگر معمولی تغیر وتبدل بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا ان کے الفاظ بغیر معنے سمجھے ہوئے پڑھتے رہنا بالکل لغو وفضول ہے بلکہ قرآن کریم کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں۔(10)

قرونِ اولیٰ میں تدریس قرآن

صحابہ کرامؓ نے ساری عمر تلاوت قرآن کو حرز جاں بنائے رکھا۔ بعض افراد کو تلاوت کا اس قدر شوق تھا کہ ایک دن، دو دن یا تین میں قرآن مکمل کرتے تھے اور ایک ہفتہ میں قرآن مکمل کرنا امت کی اکثریت کا معمول رہا قرآن کریم کی سات منزلیں اسی معمول کی علامت ہیں۔ اور عہد نبوی ﷺ سے ہی تدریس قرآن امت کا معمول تھا ۔ فتح الباری میں ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أخذ التعليم في البوادي القريبة من مكة والمدينة ينتشر منذ عصر الرسالة، فقد أرسل النبي صلى الله عليه وسلم بعثات التعليم إلى البادية، وكان منها وفد الرجيع إلى عضل والقارة لتعليمهم شرائع الاسلام، وكان يضم عشرة من الصحابة رضي الله عنهم، وقد تعرض بنو لحيان للوفد فقتلوهم ولم ينج منهم سوى اثنين أسروهما وباعوهما لقريش فقتلهما (11)

بئر معونہ میں پیش آنے والا واقعہ بھی تدریسِ قرآن کی نبوی کوششوں پر دلالت کرتا ہے۔

ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ووفد بئر معونة كان يضم سبعين من القراء توجهوا إلى نجد حيث تعرضوا لغدر الأعراب وقتلوا جميعاً باستثناء واحد عاد بخبرهم إلى المدينة (12)

تدریس قرآن کے لیے نبوی ﷺ اہتمام کا تذکرہ ان روایات سے بھی ملتا ہے

وقد أبقى الرسول صلى الله عليه وسلم معاذ بن جبل رضي الله عنه بمكة بعد الفتح لتفقه الناس في الذين ويعلمهم القرآن (13)

ثم بعثه قاضياً إلى الجند- من اليمن- ليعلم الناس القرآن وشرائع الاسلام ويقضي بينهم(14)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت معاذ نے یمن اور حضر موت میں یہ فریضہ ادا کیا.

"وكان معاذ معلماً يتنقل في عمالة كل عامل باليمن وحضرموت"(15)

اسی طرح حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو اہل نجران کی طرف اس مقصد کے لیے بھیجا گیا۔

كذلك بعث الرسول صلى الله عليه وسلم أبا عبيدة بن الجراح رضي الله عنه إلى أهل نجران، بناء على طلب وفدهم "أن يبعث من يعلمهم السنة والإسلام" (16)، ثم أرسل إليهم عمرو بن حزم رضي الله عنه بعده، وهو ابن سبع عشرة سنة، ليفقههم في الدين ويعلمهم القرآن ويأخذ صدقاتهم، وذلك في السنة العاشرة للهجرة (17).

نبی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے اور اصرار پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو باقاعدہ کتابی صورت میں مدون کروایا۔ ان کے بعد قرآنِ کریم کی تدریس کے لیے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے کئی اقدامات کیے۔ قرآن کریم کے نسخہ جات بے شمار علاقوں میں بھجوائے اور ایک کثیر تعداد نے قرآنِ کریم کو حفظ کیا۔ سیکڑوں کی تعداد میں مختلف علاقوں میں قرآنِ کریم کی تدریس کے لیے مدارس قائم کیے گئے اور ان میں تدریس کے لیے ماہر اور جید اساتذہ کرام کا تقرر عمل میں آیا ان کے لیے حافظِ قرآن کی شرط لازم تھی۔ یہاں تک کہ قرآن نہ سیکھنے والوں کے خلاف تأدیبی کاروائی کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

وقد بعث عمر رضي الله عنه رجلاً يقال له أبو سفيان يستقرئ أهل البوادي القرآن فمن لم يقرأ ضربه بالسوط (18)

وكان عمال عمر رضي الله عنه على الأمصار يدركون هذه المسؤولية، فقد صرَّح بها أبو موسى الأشعري رضي الله عنه حين قدم البصرة والياً فقال: "بعثني إليكم عمر بن الخطاب

أعلمكم كتاب ربكم وسنتكم"(19) . وكان أبو موسى الأشعري يقرئ تلاميذه القرآن بعد أن يجلسهم حلقاً حلقاً، وعليه بردان أبيضان (20)

اہل بصرہ کی طرف دس صحابہ کرام کو بھیجا گیا۔

فقد بعث عشرة من الصحابة رضي الله عنهم وكان فيهم عبد الله بن مغفل المزني ليفقهوا الناس بالبصرة .(21)

كذلك بعث عمران بن حصين الخزاعي رضي الله عنه إلى البصرة ليفقه أهلها وكان من فقهاء الصحابة (22).

ويروي قرظة بن كعب أنه لما أراد الذهاب مع عدد من أصحابه إلى الكوفة شيعهم عمر بن الخطاب رضي الله عنه وقال: "إنكم تأتون أهل قرية لهم دوي بالقرآن كدوي النحل، فلا تصدوهم بالأحاديث فتشغلوهم، جرِّدوا القرآن، وأقِلّوا الرواية عن رسول الله")(23)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت اور ابو درداء رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے انہیں شام کی جانب تدریسِ قرآن کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت عبادہ نے حمص میں، ابو درداء نے دمشق میں اور معاذ بن جبل نے یروشلم میں یہ خدمات انجام دیں۔(24). ابو درداء جامعہ مسجد دمشق میں تدریس قرآن کرتے تھے جہاں طلباء کی تعداد تقریباً 1600 تھی۔ حضرت عمر حفظِ قرآن کی خصوصی تاکید کرتے تھے اور حفاظ کو خصوصی مراعات دی جاتی تھیں۔ فوجیوں کو بھی حفظ کی تاکید کی جاتی تھی۔(25)

وہ اساتذہ کرام کے لیے لازم کرتے تھے کہ خود ان کا تلفظ ٹھیک ہو اور وہ لوگوں کو درست قرآن پڑھائیں۔ وہ اس بات کا بھی اہتمام کرتے تھے کہ جس کا عربی کا تلفظ درست نہ ہو اس کو قرآن پڑھانے کی اجازت نہ دی جائے۔(26)

قرآنِ کریم کی تدریس میں خواتین نے بھی بہت حصہ ڈالا حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے صحابہ کرام بھی مشکل القرآن میں رجوع کیا کرتے تھے۔(27)

حفصہ بنت سیرین 12 سال کی عمر میں قرآن کریم اور اس کی قراءات کی ماہر تھیں اور ان کی بہن فاطمہ بنت سیرین نے 9 سال کی عمر میں یہ سعادت حاصل کرلی۔ حفصہؒ ان امور میں اتنی ماہر تھیں کہ ان کے والد کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اپنی بیٹی سے رجوع کرتے تھے۔(28)

وقد شاركت المرأة في نشر التعليم في الشام منذ وقت مبكر، قال عبد ربه بن سليمان: كتبت لي أم الدرداء في لوحي فيما تعلمني (تعلموا الحكمة صغاراً تعملوا بها كباراً) و (إن لكل حاصد ما زرع من خير أو شر) (29)

جب اسلام برصغیر پاک وہند میں پہنچا تو یہاں بھی خواتین کی تدریس قرآن کا فریضہ علماء کے خاندان کی خواتین نے انجام دیا۔ ہر دور میں، اور ہر علاقے میں خواتین قرآن سکھاتی رہیں البتہ ان اساتذہ خواتین کے نام محفوظ نہیں اور علماء کے خاندان تک ہی محدود رہے۔ مولانا محمد یحیٰ صدیقی کی صاحبزادی اور مولانا محمد مالک کاندھلوی کی زوجہ عطیہ بیگم سے بے شمار خواتین نے قرآن پڑھا۔ آپا حفیظ زوجہ اشفاق کی پوری زندگی تدریس میں گزری۔[30]

اسی طرح خاندان لکھویہ کی تقریباً نوے فیصد خواتین ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتی رہی ہیں۔ چند اہم نام یہ ہیں رقیہ بنت حافظ محمد زوجہ عطاءاللہ، امت الحفیظ بنت محمد حسین زوجہ عبدالرحمٰن، امت العزیز بنت زین العابدین زوجہ حیدر علی، امت الطیف بنت عبدالقادر زوجہ محمد علی، امت الرحمٰن بنت عطاءاللہ زوجہ محی الدین، وحیدہ بنت محمد اصغر زوجہ سعید اکبر، حبیبہ بنت محمد خلیل زوجہ طیب عارف اللہ ان سب خواتین نے اپنی زندگی خدمتِ قرآن میں وقف کی۔[31] ایسی ہی خوش بخت خواتین میں سے جنہوں نے اپنی زندگی خدمت وتدریس قرآن میں گزاری، ایک نام حاجن فضل بی بی کا ہے۔

حاجن فضل بی بی تعارف

نام فضل بی بی بنت محمد سندھی ہے۔ آپ اپنے شاگردوں میں بے بے جی کے نام سے معروف تھیں آپ قیامِ پاکستان سے قبل دھوگڑی (32) ضلع جالندھر صوبہ پنجاب میں 1900ء میں آرائیں گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ والد صاحب کاشتکار تھے۔ چار بہنیں اور ایک بھائی تھا۔ چار بہنوں میں سب سے چھوٹی جبکہ بھائی سب سے چھوٹا تھا۔ معمولی سی غیر رسمی تعلیم حاصل کی تھی۔ بچپن ہی سے مذہب اور تصوف کی طرف رجحان زیادہ تھا۔ قرآنِ کریم کم عمری میں ہی پڑھ لیا تھا۔ علاقے کے مشہور عالمِ دین فخر دین سے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ مولانا اشرف علی خان سے بیعت تھیں

۔

ماموں کے بیٹے کے ساتھ نسبت طے تھی تاہم اس لڑکے کی اخلاقی حالت بہت بہتر نہ تھی جس بنا پر والد نے بیٹی کے رشتے سے انکار کر دیا۔ جس بات کو سن کر ماں نے آہ بھری کہ اب میرے بھتیجے کے سوا کوئی دوسرا نکاح کے لیے آئے گا۔ اس آہ نے بیٹی کے دل پر اس قدر اثر کیا کہ اس نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ نہ شادی کے لیے کو

ئی دوسرا آئے، نہ ماں کے دل کو رنج پہنچے۔بس پھر عبادتِ الٰہی اور تدریسِ قرآن کو ہی اپنا شب و روز کا معمول بنا لیا۔(33)

سیرت و کردار

بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ سے لو لگی ہوئی تھی جیسے جیسے جوان ہوتی گئیں یہ رجحان بڑھتا چلا گیا۔والد کے ساتھ کاشتکاری کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی تھیں اور اس کے بعد کثیر وقت عبادت و ریاضت میں صرف کرتی تھیں۔دن کو صائم النہار ہوتیں جبکہ رات قیام میں گزرتی اور صبح و شام قرآن کی تدریس میں بسر کرتیں۔اس قدر عبادت گزار تھیں کہ چور اچکے بھی جانتے تھے کہ اس گھر کا راستہ ان کے لیے بند ہے کیونکہ شب بیداری کی بنا پر رات بھر چراغ گل نہ ہوتا تھا۔(34)رات کو بستر پر آرام کی غرض سے نہ لیٹتیں بلکہ مصلے پر ہی کچھ دیر آرام کرتیں اور پھر نوافل میں مصروف ہو جاتیں۔آپ ایک پارسا اور اللہ تعالیٰ سے انتہائی قرب رکھنے والی خاتون تھی۔دن طلوع ہوتے ہی کتاب نور سے نور پھیلانے میں ہمہ تن مصرف ہو جاتیں۔اپنی پوری زندگی اس کار خیر کے لیے وقف کر دی۔(35)

خواتین میں تدریسِ قرآن

آپ نے قیامِ پاکستان کے بعد ضلع فیصل آباد کے ایک گاؤں 91 ر-ب میں یہ فریضہ تاحیات انجام دیا نہ صرف اس دیہات سے بلکہ بعض قریبی دیہات سے بھی خواتین ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتی تھیں۔حاجن فضل بی بی کا احترام اس بستی کے ہر گھر میں موجود تھا کیونکہ ہر گھر میں تقریباً کوئی نہ کوئی شاگردہ موجود ہوتی تھیں۔صبح شام دو وقت طالبات قرآن کریم پڑھنے آتی تھیں۔دن گیارہ بجے کے قریب آرام کی غرض سے بستر پر لیٹتیں اور نمازِ ظہر کے وقت اٹھ جاتی تھیں۔نماز مغرب کے بعد راجپوت برادری کی خواتین مسائل دریافت کرنے کے لیے آتیں عشاء تک انہیں مسائل بتاتی تھیں۔(36)چونکہ متاہل زندگی گزاری اس لیے بھرپور جوانی کا عرصہ تقریباً بارہ برس داؤدی روزے رکھے۔بہت کم خوراک کھاتی تھیں۔سحری و افطاری میں پھل کی ایک آدھ قاش کھا کے روزہ رکھ لیتی تھیں اور افطار میں بھی بالکل ہلکی خوراک کھاتیں۔(37)

تلامذہ کی تعداد

عموماً جو خواتین قرآن پڑھاتی ہیں ان میں سے اکثر خواتین کا اپنا تلفظ درست نہیں ہوتا اور ان سے قرآن سیکھنے والی طالبات کا تلفظ بھی درست نہیں ہوتا۔لیکن بے بے جی کا تلفظ عمدہ تھا۔آپ کی تلامذہ کی تعداد کثیر تھی۔ پورے

گاؤں میں شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں ان کی شاگردہ موجود نہ ہو۔ ہر وقت تقریباً بیس طالبات ان سے قرآن سیکھتی تھیں جو صبح شام دو وقت قرآن سیکھتی تھیں۔ اس وقت گاؤں میں خواتین کے تدریسِ قرآن کے لیے کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا اس لیے انہوں اپنی ساری زندگی اسی نیک کام میں گزاری۔ 1956ء میں پہلی بار حج کی سعادت حاصل کی۔ خود واپس آ گئیں لیکن دل و نگاہ وہیں حرم میں ہی چھوڑ آئیں۔ واپس آنے کے بعد بس ایک ہی تڑپ اور دعا تھی کہ اے اللہ مجھے پھر حج کے لیے بلا اور حرم میں ہی میرا وقت آخر آئے۔ میری والدہ محترمہ کی خالہ جان تھیں میری والدہ انہیں دل و جان سے عزیز رکھتی تھیں اور وہ بھی میری والدہ پر جان نثار کرتی تھیں۔ ان کی اس دعا کی وجہ سے سب نے کہنا شروع کر دیا کہ آپ کی حج کی درخواست ہی قبول نہ ہو۔ کئی سال درخواست قبول نہ ہوئی تو 1964ء میں گاؤں کے قافلہ کے ساتھ بغیر درخواست کی منظوری کے روانہ ہو گئیں اس وقت قافلہ حجاج کراچی سے رخصت ہوتا تھا۔ بحری سفر اختیار کیا جاتا تھا۔ سب سے اس یقین کے ساتھ مل کر رخصت ہوئیں گویا پروانہ حج ہاتھ میں ہے۔ اس وقت یہ دستور تھا کہ اگر کوئی حاجی وفات پا جاتا تو موقع پر ہی دوسرا کوئی شخص حج کے لیے روانگی اختیار کر لیتا۔ ایسا ہی اذنِ سفر انہیں ملا۔ جہاز چھوٹنے میں بس کچھ ہی وقت باقی تھا کہ ایک حاجی کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ۔ جیسے ہی اعلان سنا پیسے ادا کر کے جہاز میں سوار ہو گئیں۔ یوں وہ آخری بار اپنے آخری سفر پر روانہ ہو لیں۔

وفات

بس وہ تڑپ جو دوسری بار اس سرزمین میں لے کر گئی اور وہ دعا جو شب و روز لبوں پر تھی کہ بارالٰہی مجھے پھر اپنے گھر بلا اور وہیں رکھ لے۔ سو خالق نے ان کی اس تڑپ کو شرفِ قبولیت بخشا اور حج سے فارغ ہو کر تیسرے روز تقریباً 63 برس کی عمر میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

ٹیلیفون کا زمانہ تو نہ تھا جب قافلہ حجاج واپس پہنچا تو ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی اور ان کی شاگردیں غم سے نڈھال ان کے لیے دعاؤں میں مصروف تھیں۔ استاد کی وفات پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔ یوں کلامِ الٰہی کی تدریس کی سعادت میں زندگی بسر کر کے وہ راہِ عدم کو سدھار گئیں۔(38)

تلامذہ کے تاثرات

ان کے تلمیذ عبدالرحمٰن بتاتے ہیں: "بہت توجہ اور محبت سے پڑھاتی تھیں اور کمزور طالبات پر زیادہ توجہ دیتی تھیں۔ان سے بار بار سبق سنتی تھیں۔اور لائق طالبات کو بھی تاکید کرتی تھیں کہ ان کمزور بچیوں کی خصوصی مدد کریں تاکہ وہ بھی قرآن سیکھ جائیں"(39)

لطیفاں بی بی کہتی ہیں: "میرا چونکہ گھر قریب ہی تھا۔اس لیے میں صبح شام کے علاوہ بھی ان سے مسائل پوچھ لیتی تھی۔ ہمیشہ پیار سے بتاتی تھیں، شاگردوں کو اولاد کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔اگر کسی غریب طالبہ کو مدد کی ضرورت ہوتی تو بساط بھر مدد بھی کر دیتی تھیں"(40)

بلقیس بی بی کہتی ہیں: "میں نے ان سے نماز اور قرآن سیکھا۔حقیقت میں وہی میری دینی زندگی کی راہنما تھیں اور مجھے ان سے اتنا پیار تھا کہ ان کی وفات کے بعد میں ایک عرصہ تک پریشان رہی۔ کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔ اور وہ وفات کے بعد اکثر میرے خواب میں آتی تھیں"(41)

مجیداں بی بی کہتی ہیں کہ "وہ اللہ والی تھیں اور اللہ کی کتاب اس قدر جانفشانی اور پیار سے سکھاتی تھیں کہ ہر کوئی بلا رنگ و نسل کے ان سے پیار کرتا تھا۔ہر ذات برادری کے لوگ نہ صرف ان کا احترام کرتے تھے بلکہ ان کے عزیزوں سے بھی پیار اور محبت سے پیش آتے تھے۔جب ان کی وفات ہوئی تو مجھے ان کی وفات کا اتنا زیادہ صدمہ ہوا کہ میں چھ ماہ کے لیے بیمار پڑ گئی۔"(42)

عبدالحق بیان کرتے ہیں: "بے بے جی کا مخصوص کمرہ طالبات سے بھرا رہتا تھا اور گھر میں ہر وقت بچوں کے قرآن سیکھنے کی آوازیں گونجتی تھیں۔جب وفات ہوئی تو اندازہ ہوا کہ ان کی برکت سے لوگوں کی ہر وقت آمد و رفت جاری رہتی تھی۔راجپوت برادری کی خواتین کو دن کے وقت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی وہ بعد از مغرب تا عشاء مسائل دریافت کرنے آتی تھیں۔آپ انتہائی خندہ پیشانی سے ان کی راہنمائی کرتی تھیں۔"(43)

تجزیہ

بلا معاوضہ تدریس

آپ اپنی تلامذہ کو خالص لوجہ اللہ پڑھاتی تھیں اور کبھی کسی سے معاوضہ نہیں لیا۔آپ کی تلامذہ چونکہ عمومی طور پر خواتین ہی تھیں جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہو گی۔تاہم قریبی عزیز جن میں بھانجے اور بھتیجے شامل تھے، سب نے قرآن کریم انہی سے پڑھا تھا۔ان کی تلامذہ میں دو طرح کی خواتین شامل تھیں ایک اس گاؤں کی بچیاں جو کہ شادی کے

بعد اس گاؤں سے سسرالی علاقہ میں چلی گئیں اور دوسری خواتین وہ تھیں جو شادی کے بعد اس گاؤں میں آئیں اگر کسی بہو نے قرآن نہیں پڑھا تھا تو اس نے بھی ان کی شاگردی حاصل کی۔خواتین کے لیے چونکہ گھریلو ذمہ داریوں میں مصروفیت کی بناپر تدریسی ذمہ داری ادا کرنا مشکل ہوتا ہے اس لیے ان کی شاگردوں نے صرف اپنی بچیوں کو ہی قرآن کریم پڑھایا اور استاد کی وفات کے بعد کوئی بھی اس کار خیر کو جاری نہ رکھ سکی۔

وقت کی اہم ضرورت

آپ کا تعلق جس دورانیہ سے ہے یہ وہ وقت تھا جب قیامِ پاکستان کے بعد خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے ادارے کم تعداد میں تھے ایسے میں غیر رسمی تدریس ایک مؤثر ذریعہ تھی۔اور اس وقت خواتین کی تعلیم کا رجحان بھی کم تھا محض قرآن پڑھ لینا ہی کافی سمجھا جاتا تھا اور بعض خواتین کو یہ سہولت بھی حاصل نہ تھی کیونکہ عمومی طور پر مرد ہی قرآن سکھاتے تھے اور خواتین کا ان کے پاس جا کر سیکھنا بعض اوقات مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا۔لہٰذا ایسے وقت میں یہ کار خیر بہت اہم تھا۔

اخلاص وللٰہیت

آپ کا تدریس قرآن میں اپنی زندگی صرف کرنا اخلاص اور للٰہیت کا نتیجہ تھا اور جب بھی کوئی کام بغیر کسی دنیاوی غرض کے کیا جائے اس کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کا حصول ہی ہو سکتا ہے۔چونکہ دیہی علاقوں میں اکثر خواتین کے لیے تدریس قرآن کا باقاعدہ انتظام نہیں ہوتا اس لیے کوئی خاتون غیر رسمی طور پر ہی یہ فریضہ انجام دیتی ہے۔چونکہ ضروریاتِ زندگی کو بھی بہت محدود رکھا اور مالی کشادگی بھی حاصل تھی اس لیے ہمیشہ رضائے الٰہی کا حصول ہی مقصد و منتہیٰ رہا۔

عمدہ تلفظ

جو خواتین کسی مجبوری کی بناپر تدریس قرآن کی مصروفیت اختیار کرتی ہیں عموماً ان کا اپنا تلفظ درست نہیں ہوتا یہی وجہ کہ خواتین کا قرآن کریم کا تلفظ اکثر درست نہیں ہوتا۔لیکن حاجن فضل بی بی کے ساتھ ایسا نہ تھا بچپن میں عالمِ دین سے قرآنِ کریم پڑھا اس بناپر تلفظ بہت بہتر تھا اور جن خواتین و حضرات کو پڑھایا ان کا بھی تلفظ عمدہ تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب ذرائع مواصلات کا دور دورہ نہ تھا اور گھر بیٹھے نیٹ یا فاصلاتی ذریعے سے قرآن کی تدریس ممکن نہ تھی اور نہ ہی تدریس قرآن کے لیے باقاعدہ ادارے وجود میں آئے تھے۔اس لیے وہاں قرآنِ کریم کی تدریس کرنا یقیناً

اندھیرے میں چراغ جلانے کے مترادف تھا آج اس بستی میں بھی خواتین کے تدریس قرآن کے لیے باقاعدہ مدرسہ بن چکا ہے جہاں خاتون معلمہ بچیوں کو قرآن سکھاتی اور حفظ کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر بھی کرواتی ہیں لیکن تقریباً چھ عشرے قبل ایسا ممکن نہ تھا۔

نتائج بحث

1۔ غیر رسمی تدریسِ قرآن کا یہ رجحان خواتین میں زیادہ پایا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خواتین کے مدارس گاؤں میں کم ہوتے ہیں اور اس وقت تو شاذ و نادر ہی ایسا کہیں ہوگا۔

2۔ شہروں کی نسبت گاؤں میں یہ طریقہ زیادہ اختیار کیا جاتا ہے کیونکہ شہری علاقوں میں کوئی نہ کوئی مدرسہ موجود ہوتا ہے اس لیے زیادہ مشکل پیش نہیں آتی لیکن یہ سہولت زیادہ تر گاؤں میں دستیاب نہ ہونے کی بناپر غیر رسمی تدریسِ قرآن کا رجحان زیادہ ہے۔

3۔ ماضی میں یہ کارِ خیر عمومی طور پر مجبور خواتین اختیار کرتی تھیں جبکہ آجکل الحمدللہ صاحبِ حیثیت خواتین بھی یہ خدمت انجام دیتی ہیں۔ مختلف ذرائع کی بناپر خواتین اپنا قرآنِ کریم بھی درست کر لیتی ہیں اور محض لوجہ اللہ یہ کارِ خیر بھی انجام دیتی ہیں

4۔ غیر رسمی مدرسات کا عموماً قرآن درست نہیں ہوتا لہٰذا ان سے سیکھنے والی خواتین کا تلفظ ٹھیک نہیں ہوتا۔ قرآنِ کریم سیکھنا چونکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اس لیے اس بات کا اہتمام بھی لازم ہے کہ درست سیکھا اور سکھایا جائے اور اس کام کے لیے غیر رسمی تدریس ایک ناگزیر ضرورت ہے۔

5۔ شہری علاقوں میں یہ احساس اجاگر ہو رہا ہے کہ قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے اس لیے خواتین سیکھنے کے لیے باقاعدہ اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتی ہیں۔ البتہ دیہی علاقوں میں ابھی بھی وہی صورتِ حال درپیش ہے۔

6۔ حکومت کے لازم ہے کہ وہ غیر رسمی تدریس کے بھی اساتذہ کی تربیت لازم کرے تاکہ ان سے سیکھنے والے درست سیکھیں۔

حوالہ جات وحواشی

(1) لسان العرب بذیل مادہ رسم۔المنجد ص384

(2) فیروز اللغات اردو، فیروز سنز لاہور، ص710

(3-) The Law of the Republic of Indonesia No.. 20 of 2003 on National Education System. Chapter VI, Article 27, paragraph: "Informal education activities undertaken by families and shaped the self-directed learning activities."

(4) Rogoff, B. (2003). The cultural nature of human development. NY: Oxford University Press

(5) العلق96: 1۔3

(6) حقانی ،عبد الحق ، مولانا ،تفسیر فتح المنان ،الفیصل ناشران، لاہور،196/8

(7) تفسیر خزائن العرفان ،علامہ نعیم الدین مراد آبادی

(8) ابو عبد اللہ محمد بن احمد ،القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دارالاندلس، لاہور ،118/10

(9) البقرہ 129

(10)مفتی محمد شفیع ،معارف القرآن،ادارۃ المعارف کراچی،335/1

(11)ابن حجر عسقلانی،فتح الباری، دار صادر، بیروت، 386/7

(12)ایضاً

(13)ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دارصادر، بیروت، 500/2

(14) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، مکتبہ الرسالہ، بیروت، 246/1

(15)الطبري، تاريخ الرسل والملوك،مصر، 1/ 1852 - 1853 .

(16)أحمد، المسند 3/ 212، وابن سعد، الطبقات 3/ 411 - 412.

(17)الطبري، تاريخ الرسل والملوك 1/ 1852، والخزاعي، تخريج الدلالات السمعية 79

(18)ابن حجر، الإصابة 1/ 151.

(19)الدارمي، السنن، مصر، 1: 135.

(20)الفاكهي، أخبار مكة 4/ 10 بإسناد صحيح.

(21)ابن حجر، الإصابة، دارفکر بیروت، 4/ 243.

(22)ابن حجر، الإصابة 4/ 705، 706.

(23)ابن سعد، الطبقات 6/ 7.

(24)ابن عساكر، تاريخ دمشق (تحقيق د. شكري فيصل وآخرين)، لبنان، ص 23 وابن حجر، الإصابة 626/2 ابن عبد البر، الاستيعاب، مکتبہ نہدیہ، 2/ 424

(25)ابن الجزري، غاية النهاية في طبقات القراء 1/ 606 - 607. ويعرض ابن عساكر في تاريخ دمشق صوراً أخرى 1/ 399 - 400.

(26)أكرم ضياء العمري،عصر الخلافة الراشدة،محاولة لنقد الرواية التاريخية وفق منهج المحدثين،مکتبة العبیکان، بیروت

(27)الجامع الصحیح للبخاری ،ح 1775،1776

(28)عمر رضا کحالہ ،اعلام النساء ،مؤسس الرسالہ بیروت 1977، 382/1
(29)ابن عساكر: تاريخ دمشق 19/ 408. ترجمة هجيمة بنت حيي أم الدرداء.
(30) انٹرویو ،ڈاکٹر محمد سعد صدیقی،۱۷ اگست ۲۰۱۹
(31) انٹرویو ڈاکٹر محمد حماد لکھوی۱۷ اگست ۲۰۱۹
(32)اس کی نسبت ایک قوم دھگ کی طرف تھی۔پٹھانوں کی اس قوم سے لڑائی تھی وہ یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور جا آباد ہوئے۔اس کے بعد آرائیں،لودھی ،پٹھان اور دیگر اقوام آباد ہویئں ۔ لیکن اس قصبہ کو دُھگ قوم کی نسبت سے دھوگڑی کہا جانے لگا۔)
(33)انٹرویو بھانجی مجیداں بی بی سے لیا گیا 10 اکتوبر 2010
(34)انٹرویو بھتیجے عبدالرحمٰن سے لیا گیا 04جنوری،2016
(35)انٹرویو بھتیجے عبدالحق سے لیا گیا 04جنوری،2018
(36) انٹرویو شاگردہ لطیفاں بی بی سے لیا گیا 10 دسمبر2017
(37)انٹرویو بھانجی مجیداں بی بی سے لیا گیا 20 دسمبر ،2011
(38) یہ تمام معلومات مختلف فیملی ممبرز سے مختلف اوقات میں لی گئی تھیں۔وہ میری نا نی جان کی چھوٹی بہن تھیں اس لیے سارا بچپن ان کے بارے میں گھر والوں سے اور اہلِ قریہ سے یہ سب کچھ سنتے رہے۔ گاؤں کے لوگ ان کی وجہ سے ہمارے ساتھ بھی احترام سے پیش آتے تھے ۔ڈاکٹر شاہدہ پروین، ایسوسی ایٹ پروفیسر ،ادارہ علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور۔
(39) انٹر ویو جنوری 2011 میں لیا گیا۔
(40) انٹر ویو دسمبر 2017 میں لیا گیا۔
(41) انٹرویو دسمبر 2009میں لیا گیا تھا۔
(42) انٹرویو 2005 میں لیا گیا تھا۔میں مستقل ڈائری لکھتی ہوں اس لیے اپنی والدہ کے تاثرات میں نے لیے تھے ۔
(43) اکتوبر 2017 کو انٹرویو لیا گیا۔

(43)- The Law of the Republic of Indonesia No.. 20 of 2003 on National Education System. Chapter VI, Article 27,paragraph: "Informal education activities undertaken by families and shaped the self-directed learning activities."
Rogoff, B. (2003). The cultural nature of human development. NY: Oxford University Press